رِبَا النَّسِيئَه

اشکالات اور اُن کا جواب (۲)

مرزا عمران حیدر ☆

سود کو جائز قرار دینے والوں کے دیگر دلائل

حق انتفاع کی منتقلی

کہا جاتا ہے کہ صاحب مال اپنے مال کے ذریعے سے مزید دولت کما سکتا ہے۔ جب وہ اپنا مال کسی دوسرے کو بطور قرض دیتا ہے تو گویا وہ دوسرے کو اس مال سے انتفاع (فائدہ) اٹھانے کا حق دے دیتا ہے' لہٰذا قرض لینے والے کو چاہیے کہ وہ اس مال کے ذریعے کمائی ہوئی آمدنی میں سے صاحب مال کو بھی حصہ دے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سود میں غریب آدمی پر ظلم ہوتا ہے' اس سے زبردستی اضافی رقم وصول کی جاتی ہے جو حرام ہے' جبکہ تجارتی قرض میں فریقین باہمی خوشی سے معاہدہ کرتے ہیں' اسی طرح بینک کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ بھی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ ذیل کی عبارت اسی نکتۂ نظر کی عکاس ہے۔

> ''غور سے دیکھیں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بینک میں جو رقم فریقین کی باہمی رضامندی سے جمع کی جاتی ہے اس کو بینک کے اربابِ معاملہ تجارت وغیرہ میں لگاتے ہیں اور اس سے ان کو جو نفع حاصل ہوتا ہے اس میں سے ایک متعین حصہ وہ اصل رقم کے ساتھ فریق ثانی کو واپس کرتے ہیں۔ اس صورت پر ربا کا اطلاق نہیں ہوگا' خواہ اس کا نام کچھ بھی رکھا جائے''۔ (۱۲)

سود کے جواز میں اس آیت کریمہ کا بھی سہارا لینے کی کوشش کی جاتی ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ' قرآن اکیڈمی لاہور

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ (النساء:۲۹)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ یہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعے ہو (تب کھا سکتے ہو)۔''

اس آیت سے استدلال اس طرح کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باہمی رضامندی والی تجارت کے ذریعے ایک دوسرے کے مال سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ بینک یا تجارتی قرض میں یہی رضامندی کی صورت ہے' اس لیے اسے جائز ہونا چاہیے۔

مذکورہ بالا دلیل کے بارے میں ہم عرض کرتے ہیں کہ بیان کردہ معاملہ اصلاً مضاربت اور مشارکت کی مشروع صورت ہے۔ اگر ایک آدمی خود کام کرنا نہیں چاہتا یا وہ اپنے اندر تجارت کرنے کی صلاحیت نہیں پاتا تو وہ کسی کے ساتھ مل کر کام کرلے۔ اس طرح کے حقِ انتفاع کی منتقلی میں شریعت نے صاحب مال کے لیے حصہ رکھا ہے۔ محض قرض دے کر اضافے کے ساتھ واپس لینا تجارت کا نفع نہیں بلکہ ربا ہے۔ اوپر سورۃ النساء کی مذکورہ آیت میں بھی تجارت کی شرط لگائی گئی ہے' کرنسی تجارت کی جنس نہیں ہے جس پر منافع لیا جائے' لہٰذا یہ ربا ہی ہے۔ قرض کی صورت میں حق انتفاع کی منتقلی نیکی اور خیر خواہی کے جذبے سے ہوتی ہے جس کا اللہ کے ہاں اجر محفوظ ہے۔

جہاں تک یہ دعویٰ ہے کہ بینک تجارت کرتے ہیں اور اس کا ایک حصہ صاحب مال کو دیا جاتا ہے' اسی لیے اس کا کوئی بھی نام ہو وہ ربا نہیں ہے' یہ باطل دعویٰ ہے' جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بینک تجارت کرتے ہی نہیں ہیں۔ ہم تجارت کے خصائص بیان کر چکے ہیں۔ تجارت کے اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو کم از کم پاکستان میں کوئی بینک تجارت نہیں کرتا۔☆

بینک محض کرنسی کا لین دین کرتے ہیں اور وہ بھی قرض اور ادھار کی شکل میں کرتے ہیں' تجارت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں' اس لیے ان کا قرض پر اضافہ لینا اور کھاتہ داروں کو اضافہ دینا اضافہ ربا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے باہمی رضامندی کی جو شرط عائد کی ہے وہ تجارت اور حلال امور کے لیے ہے۔ حرام معاملات باہمی رضامندی سے بھی حلال نہیں ہوتے' بلکہ حرام ہی

☆ اگر کسی بھائی کو ہمارے موقف سے اختلاف ہے تو وہ دلیل سے ثابت کرے' ہمیں اپنے موقف سے رجوع کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگی۔ اِن شاءاللہ۔

رہتے ہیں' مثلاً مرد اور عورت باہمی رضامندی سے گناہ کرنا چاہیں تو شریعت انہیں اجازت نہیں دیتی۔ اسی طرح اگر کوئی صاحب اپنی زمین شراب کا کارخانہ لگانے کے لیے پیش کرے' پھر حق انتفاع کی منتقلی یا باہمی رضامندی کی بنیاد پر اس کا منافع حاصل کرنے کی کوشش کرے تو وہ شریعت کی نظر میں حرام ہی ہے۔ قرآن مجید نے رضامندی کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ جائز امور اور تجارت باہمی رضامندی سے ہی درست ہوں گے۔ یک طرفہ یا زبردستی کے فیصلے میں تجارت بھی درست نہیں ہے۔

دورِ حاضر کے مسائل

دلیل یہ دی جاتی ہے کہ افراطِ زر اور روز افزوں بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے قرض کی رقم کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی ایک لاکھ روپے قرض دیتا ہے اور سال بعد ایک لاکھ ہی واپس لیتا ہے' اس دوران افراطِ زر کی شرح پانچ فیصد بڑھ جاتی ہے تو واپس آنے والی رقم کی اصل مالیت ایک لاکھ سے کم ہو کر پچانوے ہزار رہ جاتی ہے۔ اس طرح تو قرض دینے والے کو نقصان ہوا! ایک طرف انسان نیکی کرے دوسرا نقصان برداشت کرے' یہ بات مناسب نہیں ہے۔ اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے قرض کے ساتھ اضافی رقم لینی چاہیے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ احکامِ شریعت مطلق ہیں اور کرنسی دے کر اضافی کرنسی لینا ربا ہے چاہے افراطِ زر ہو یا نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ سود نے افراطِ زر کا مسئلہ کیا حل کرنا ہے' سود تو خود افراطِ زر کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ ہاں' اگر کہیں افراطِ زر کا مسئلہ ہو تو اس کا ایک حل یہ ہے کہ قرض دینے والا بجائے مقامی کرنسی میں قرض دینے کے' کسی جنس مثلاً سونا وغیرہ یا غیر ملکی کرنسی میں قرض دے لیکن واپس اتنا ہی لے جتنا دیا تھا۔

دورِ حاضر کی ضرورت

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آج کل پوری دنیا میں ہر طرف سودی معاملات ہیں۔ اگر ہم سود لینے یا دینے سے انکار کر دیں تو دنیا کے ساتھ چلنا مشکل ہو جائے گا اور ہم اس کے بغیر کبھی ترقی نہیں کر سکتے' اس لیے زمانے کے ساتھ چلنے اور ترقی کرنے کے لیے ہمیں جدید سودی نظام کا ساتھ دینا ہوگا۔

ان خیالات کے حامل افراد دین اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے۔ جن لوگوں کا ایمان

جمع' تفریق اور ضرب تقسیم ہو' وہ اسلام کا مزاج سمجھنے سے عاری ہیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ (البقرۃ:۲۷۶) ''اللہ تعالیٰ ربا (سود) کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے'' ان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ بینک کو ۱۰۰ روپیہ دیا' سال کے بعد واپس لیا تو وہ ۱۱۰ تھے' یعنی ۱۰۰ روپے میں ۱۰ روپے کا اضافہ۔ اور اگر ۱۰۰ روپے میں سے ۱۰ روپے صدقہ کر دیے تو ۱۰ روپے کی کمی سے وہ ۹۰ رہ گئے۔ اڑھائی فیصد زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت میں وہ ساڑھے ستانوے فیصد رہ گئے۔ لہٰذا ربا کو مٹانے اور صدقات کو بڑھانے والی بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

مغرب اور یورپ کی ترقی سے متأثر ہو کر سود کو حلال نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی ظاہری ترقی کا راز سود نہیں دیگر عوامل ہیں' وہ تو خود رفتہ رفتہ سود سے بھاگ رہے ہیں۔ دلیل کے طور پر یورپ کے بینکوں کی شرح سود ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ بالفرض ان کی ترقی کا راز سود کو مان لیا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ سود اُن کو تو نفع دے سکتا ہے' لیکن مسلمان کے لیے سراسر خسارے کا سودا ہے ع

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمیؐ

ہمیں دنیا کو نہیں دین کو دیکھنا ہے۔ دنیا کے مطابق دین اسلام کو ڈھالنے کی بجائے دنیا کو اسلام کے مطابق بنانا ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ صدقات کو بڑھاتا اور سود کو مٹاتا ہے۔ ہمیں تو یہاں تک تیقن حاصل ہے کہ اگر بالفرض سود کا انکار کرنے سے ہماری ظاہری ترقی رکتی ہے تو ایسی ترقی کا رکنا ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ ع

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

احادیث سے استدلال

سود کے جواز میں دیے جانے والے تمام مذکورہ دلائل پر مستزاد احادیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ احادیث درج ذیل ہیں:

(i) ((اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)) (۱۳)

''یقیناً تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرض کی ادائیگی میں بہتر ہو''۔

(ii) مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص سے کچھ درہم قرض لیے جب واپس کیے تو اس سے عمدہ درہم واپس کیے۔ اس (قرض دینے والے) نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! یہ میرے درہموں سے اچھے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: قَدْ عَلِمْتُ وَلٰكِنْ نَفْسِىْ بِذٰلِكَ طَيِّبَةٌ(۱۴) ''میں بھی جانتا ہوں لیکن میرا دل اس سے خوش ہے''۔

(iii) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ قرض لیا اور اس سے بڑی عمر کا (زیادہ بہتر) اونٹ واپس کیا اور فرمایا کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جو بہتر طور پر قرض ادا کرے۔(۱۵)

یہ اور ان جیسی احادیث پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ قرض کو اضافے کے ساتھ واپس کرنا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت ہے لہٰذا یہ ربا اور حرام کیسے ہوا؟

ان احادیث مبارکہ سے اس موقف کو ثابت کرنے کے بارے میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے:

کلمة حق اريد بها الباطل ''حق بات کے ساتھ باطل کا ارادہ کیا گیا ہے''۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ احادیث جن محدثین نے بیان کی ہیں وہ ان سے کیا سمجھے ہیں؟

امام مالکؒ اپنی بیان کردہ حدیث کی خود ہی شرح کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ نے آدمی سے درہم لے کر اس سے عمدہ درہم واپس کیے اور اس پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ امام مالکؒ اپنی اس حدیث کی خود ہی شرح فرماتے ہیں:

اذا لم يكن ذلك على شرط منهما او عادة فان كان ذلك على شرط او وى او عادة فذلك مكروه ولا خير فيه(۱۶)

''یہ اُس وقت ہے جب دونوں میں سے کسی کی طرف سے شرط عائد نہ کی جائے یا ایسا کرنا (اس علاقے کا رواج اور) عادت نہ ہو۔ اور اگر یہ شرط یا عادت ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں ہے''۔

امام نوویؒ یا دیگر شارحینِ حدیث کی عبارتوں کو ملاحظہ کریں تو وہاں بھی یہی بات ملتی ہے کہ قرض دینے والا نیکی اور احسان کرتا ہے۔ قرض لینے والے کو اس کا احسان مانتے ہوئے نہ صرف اس کا احترام کرنا چاہیے بلکہ اگر ممکن ہو تو قرض کو اچھے انداز' اچھے طریقے اور مناسب اضافے کے ساتھ واپس کرنا چاہیے۔ اسلام یہاں پر اخلاقیات کی تعلیم دے رہا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ قرض دینے والے کو کس طرح پریشان کیا جاتا

ہے۔ چکر پر چکر لگوائے جاتے ہیں۔ بسا اوقات رقم توڑ توڑ کر واپس کی جاتی ہے جس سے اس کی افادیت متأثر ہوتی ہے۔ اسلام ایسے رویے کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ یہ مسائل اپنی جگہ پر موجود ہیں اور ہم اپنے رویوں کی اصلاح بھی نہیں کرنا چاہتے اور اس کا سیدھا سا حل یہ نکالتے ہیں کہ رقم بینک میں جمع کروائی اور گھر بیٹھے ہاتھ پر ہاتھ رکھے مفت میں سود وصول کرتے رہے۔

اسلام کے بتائے ہوئے اخلاقِ حسنہ کو اختیار کر کے ہم ان جیسی معاشرتی برائیوں کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ لہٰذا قرض واپس کرتے وقت عمدہ چیز واپس کرنا مستحسن ہے۔ لیکن اگر اضافے کی شرط لگا لی گئی یا ہمیشہ اضافے کے ساتھ ہی واپس کرنا کسی علاقے کی عادت بن جائے یا اضافے کی مقدار متعین کر دی جائے تو یہ تمام صورتیں اس معاملے کو ناجائز بنا دیں گی۔ مذکورہ بالا احادیث میں کہیں بھی پہلے سے طے شدہ اضافے کا ذکر نہیں ہے نہ ہی اضافے کی مقدار متعین ہے اور نہ ایسا کوئی رواج پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ہم بینک یا افراد کو جو سودی قرضے دیتے ہیں ان میں یہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں' لہٰذا ہم اسے ربا سے کیسے بری کر سکتے ہیں؟

ربا کے اثرات

ویسے تو سودی معاشرے میں ہر شخص ہی ربا کے اثرات سے متأثر ہے۔ ہر گلی' محلے میں اس کے ظلم و جبر کی داستانیں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ تاہم صرف تین مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

(i) ایک معروف روزنامہ کی خبر کے مطابق لاہور کے معروف' پوش اور اہم علاقے شادمان میں ایک جنازہ جا رہا تھا۔ اتنے میں ایک گاڑی میں مسلح افراد آئے اور جنازے کو روک لیا۔ انہوں نے کہا کہ اس میت کے ذمے ہمارے سود کی ادائیگی باقی ہے۔ سود وصول کرنے کے بعد ہی اسے دفن کرنے دیں گے۔ سود ادا کیا گیا اور میت کی تدفین عمل میں آسکی۔

(ii) اندرون سندھ کے ایک علاقے میں ایک اخباری نمائندے نے دیکھا کہ ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان بچیاں ہیں۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ ان بچیوں کے والدین نے سود پر قرض لیا۔ سود کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے ان مسلمان بچیوں کو ہندوؤں کے گھروں میں گروی رکھا گیا ہے۔

(iii) شائی لاگ ایک سنگ دل یہودی کا مثالی کردار ہے جس نے بروقت ادائیگی نہ ہونے کی بناپر اپنے مقروض کی ران سے بے دریغ گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا تھا۔

صاحبِ بصیرت کے لیے یہ تین مثالیں ہی کافی ہیں۔ اگر ہم اپنی مرضی سے ربا کی تقسیم کرتے رہے تو تجارتی قرض کے نام پر ہر شخص ربا کی دکان کھول لے گا۔ جس کے ہاتھ جو لگ سکا وہ اپنا حصہ سمیٹے گا۔ چھوٹا یا بڑا' امیر یا غریب کوئی معاف نہیں کرے گا۔ محلے کی نکر پر ضروریاتِ زندگی' استری' پنکھا' مشین اور سائیکل قسطوں پر بیچنے والے کی نام نہاد ''تجارت'' یہی ہے۔ تجارت میں ادھار کی جو شکلیں جائز ہیں وہ اِلاّ ماشاء اللہ' عملاً اس کاروبار میں مفقود ہیں۔ راقم الحروف گھر میں بیٹھا تھا۔ ایک خاتون آئی' اس نے بتایا کہ قسطوں پر پنکھا لیا تھا' آٹھ سو روپے ادا کر چکے ہیں' مگر رقم بڑھتی گئی اور عدم ادائیگی پر سخت گرمی کے موسم میں دکان دار پنکھا اُٹھا کر لے گیا ہے۔ راقم الحروف سوچ میں پڑ گیا کہ باہمی رضامندی سے ہونے والی اس ''تجارت'' کے جواز کے دلائل اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔

زندگی کی بازی ہارتے انسان کے لیے خنزیر کے چند لقمے نگل لینے میں کوئی مضائقہ نہیں' لیکن یاد رکھیے! اگر سود کی طرح خنزیر کی حلت کا فتویٰ دے دیا تو دم توڑتی انسانیت کو کھانے کے لیے خنزیر بھی نہیں' ملے گا۔

حواشی

(۱۲) ماهنامه اشراق' فروری ۲۰۰۷' ص ۴۸ ' مدیر جاوید احمد غامدی۔

(۱۳) صحیح البخاری' کتاب الوکالۃ' باب وکالۃ الشاھد والغائب جائز۔

(۱۴) موطا امام مالک' کتاب البیوع' باب مایجوز من السلف۔

(۱۵) صحیح مسلم' کتاب المساقاۃ' باب من استلف شیئًا فقضی خیرا منه وخیرکم احسنکم قضاء۔

(۱۶) موطا امام مالک' کتاب البیوع' باب ما یجوز من السلف۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس وخطابات کے علاوہ تلاوتِ قرآن' کتب احادیث کے تراجم' میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے' اردو وانگریزی کتب' کیسٹس' سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے!